حسان بن ثابت رض

از جناب مولوی عبدالرحمن صاحب پرواز اصلاحی

(۲)

قرآن پاک کی سورہ سبا میں بھی سیل العرم کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ بہرحال قبائل ازد کی ہجرت اس علاقہ میں بند کے اندر شگاف پڑنے کے بعد ہی ہوئی۔ چنانچہ تاریخوں کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آل جفنہ کی حکومت بلاد شام میں چھٹی صدی عیسوی کے آغاز ہی میں قائم ہوئی۔ اسی طرح آل منذر کی حکومت کا پتہ تیسری صدی عیسوی سے چلتا ہے۔ [1]

اوس و خزرج کے قبائل جس وقت یثرب پہونچتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ یہاں یہودیوں کا عمل دخل ہے۔ ہر چیز پر ان کا قبضہ اور ہر شخص ان کے زیر اقتدار رہے وہ اس علاقے میں نو وارد بھی تھے اور پریشان حال بھی۔ مجبوراً ان کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ تکلیف و عسرت کے ساتھ محکومانہ زندگی پر راضی ہو گئے۔ اس زمانے میں جو بادشاہ وہاں کا حکمراں تھا۔ فیطون تھا۔ اس کا رویہ حد درجہ جابرانہ اور مستبد نہ تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ جب کسی باکرہ لڑکی کی شادی ہوتی تو شوہر کے پاس جانے سے پہلے اس کو مجبوراً اس کے شبستان عیش میں ایک رات بسر کرنی پڑتی تھی۔ اس وقت خزرج کے سردار مالک بن عجلان تھے۔ جو نہایت غیرت مند اور باحمیت تھے۔ چنانچہ

[1] تاریخ قبل الاسلام ص ۲۲۶ حتی و جرجی و جیدر

جب انکی بہن کی شادی کا موقع آیا تو مالک بن عجلان فیطون کے مقابل میں کھڑے ہوگئے اور تلوار سے اس کا کام تمام کردیا۔ فیطون کے قتل کے بعد انھوں نے یثرب سے نکل کر شام کے غسانی بادشاہ ابوجبلہ کے یہاں پناہ لی۔ اور اس کو اصل واقعہ سے آگاہ کیا۔ ابوجبلہ نے سنا تو آپے سے باہر ہوگیا اور ٹھان لیا کہ جب تک یثرب کے یہودیوں کو موت کے گھاٹ نہ اتار لے گا اس وقت تک وہ چین سے نہ بیٹھے گا۔ چنانچہ ایک زبردست فوج لیکر یہودیوں کی سرکوبی کے لئے چلا۔ یثرب کے قریب مقام ذی حرمین میں پڑاؤ ڈالا۔ اور اوس و خزرج کو مخفی طور پر کہلا دیا کہ میں انھیں چاہتا ہوں کہ دھوکے سے صفایا کردوں۔ انھیں کسی طرح دعوت دیکر بلاؤ۔ اوس و خزرج نے اسی پر عمل کیا اور جب اکٹھا ہوگئے تو پھر انھیں خیمہ میں لیجا کر قتل کردیا۔ اس کارروائی کے بعد اوس و خزرج نے اطمینان کا سانس لیا۔ آہستہ آہستہ انھیں ترقی کے مواقع ملے۔ معاشی طور سے خوشحال ہوگئے۔ بڑی بڑی جائدادیں بنالیں۔ اور نہایت کثرت سے انھوں نے قلعے تعمیر کئے۔ [1]

سمہودی کا بیان ہے کہ اس وقت پھر بھی یہودی بڑی تعداد میں رہ گئے تھے۔ ان کے فریب اور غداری کا ہمیشہ خوف لگا رہتا تھا۔ قبائلی دستور کے مطابق پھر ان سے معاہدہ کرلیا۔ ان یہودیوں کے دوش بدوش انھیں پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ تو انھوں نے بہت سے قلعے بنائے۔ ان کے مشہور قلعوں میں سے "الضحیان" تھا جو احیحہ بن الجلاح کا قلعہ تھا" الاشعر" بنی عدی النجار کا اور "فارع" ثابت بن المنذر کا قلعہ تھا۔ اور ان ہی کی اولاد میں حضرت حسان ہیں۔ یہ قلعہ جات بعد میں ٹوٹ پھوٹ گئے۔ حضرت عثمان بن عفان کے دور خلافت میں ان کے کھنڈرات کے سوا وہاں کچھ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ [2]

حضرت حسان کا خاندانی قلعہ "فارع" مسجد نبوی سے مغربی جانب باب الرحمہ کے

---

[1] معجم البلدان لفظ یثرب [2] وفاء الوفاء ۱/۱۴۹

مقابل واقع تھا۔ اسی کے متعلق وہ کہتے ہیں ؎

ارقت لتو ماض البرق اللوامع ونحن نشاوی بین سلع و فارع

اوس وخزرج کی لڑائیاں اوس وخزرج کے قدم جب یثرب کے اندر خوب جم گئے تو انھوں نے کھیتی باڑی کی طرف توجہ کی۔ اس کی زرخیز زمینوں میں اپنی محنت اور صلاحیت سے خوب پیداوار حاصل کی ... تھوڑے ہی عرصہ میں مالا مال ہوگئے۔ ویسے بھی جب یہ یمن کے اندر تھے۔ تو ان کا آبائی پیشہ زراعت ہی تھا۔ اس لئے اس میدان میں ترقی کرنے کے لئے انھیں کچھ دشواری نہ پیش آئی۔

ان کو رہتے سہتے زیادہ مدت نہیں گذری تھی کہ کچھ ایسے اسباب پیدا ہوگئے جس سے ان دو قبیلوں کے درمیان اختلافات پیدا ہوگئے۔ ان اختلافات نے مستقل دشمنی وعداوت کو جنم دیا۔ ایک دوسرے کے خلاف، حسد، جلن اور کینہ بڑھتا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آمادہ پیکار ہوگئے۔ پھر تو ان میں وہ کشت وخون ہوا کہ سیکڑوں کو جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔ ایک دوسرے کے خلاف انتقام کی آگ سلگتی گئی کہ ٹھنڈا ہونے کا نام نہ لیتی تھی۔

اوس وخزرج کی باہمی جنگ میں یہودیوں کا رویہ بڑا منافقانہ اور مفسدانہ تھا۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ یہ دونوں قبیلے ..... آپس میں لڑتے لڑتے کمزور ہوجائیں۔ چنانچہ ایک دوسرے کے خلاف لگاتے بجھاتے۔ انھیں جنگ پر آمادہ کرتے۔ کبھی ایک فریق کے طرفدار بن جاتے تو کبھی دوسرے فریق کے۔ ان کی مسلسل ریشہ دوانیوں کی بنا پر ان کی جنگ بڑھتی گئی اور اتنا طول کھینچا کہ جب اسلام آیا تو انھیں جا کر اس سے نجات ملی۔

ان دونوں قبیلوں کے درمیان بیشمار جنگیں ہوئیں۔ ترتیب زمانی کے لحاظ سے مورخوں کے نزدیک بڑے اختلافات ہیں۔ ان کی تفصیلات میں بھی اتفاق رائے نہیں۔ ان جنگوں میں سب سے قدیم اور اہم "حرب سمیر" کہی جاتی ہے۔ جس کے شعلے تقریباً

بیس سال تک بھڑکتے رہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ خزرج کے سردار مالک بن عجلان کے کسی پڑوسی کو سمیر بن یزید نے قتل کردیا۔ اس کا تعلق اوس سے تھا۔ بنو عوف بن عمرو نے مطالبہ کیا کہ وہ سمیر کو مالک کے حوالہ کردیں۔ تاکہ اپنے پڑوسی کے قصاص میں اسے قتل کرڈالیں۔ سمیر کے حامی اس پر راضی نہ ہوئے۔ اور انھوں نے قبائلی دستور کے مطابق اس کا خون بہا دینے سے بھی انکار کردیا۔ بس یہ تھی بنیاد جس سے دونوں میں ٹھن گئی۔ اور ایسی ان دونوں قبیلوں کے درمیان جنگ چھڑی کہ اوس وخزرج اور ان کے حمایتیوں کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ اس موقع پر بنو قریظہ اور بنو نضیر سے تعلق رکھنے والے یہودی اوس کے حلیف بن گئے۔ ان کے ہزاروں آدمی کام آئے۔ اور اس کا سلسلہ اس وقت تک نہ ختم ہوا جب تک کہ وہ خود اس سے عاجز نہ گئے۔ آخر میں ان دونوں فریقوں نے حسان کے دادا منذر بن حرام کو ثالث مقرر کیا۔ دونوں کے نزدیک وہ قابل احترام اور فیصلہ کن رائے کے مالک تسلیم کئے جاتے تھے۔ انھوں نے ایسا فیصلہ کیا جو دونوں کے لئے قابل قبول ہوا۔ دونوں فریقین نے نصف نصف جرمانے ادا کئے۔ اور آخر کار خون خرابہ کا سلسلہ ختم ہوا۔ دونوں نے اطمنیان کا سانس لیا۔ چنانچہ انھیں منذر کے کارنامے کا حسان نے اپنے فخریہ اشعار میں حوالہ دیا ہے۔ ۱؎

اوس وخزرج کی لڑائیوں میں حرب کعب بن عمرو بھی ہے۔ اس کی ابتدا کعب بن عمرو کے قتل سے ہوئی۔ یہ بنی مازن بن نجار کا ایک آدمی تھا۔ اس وقت احیحۃ بن الجلاح قبیلہ اوس کے سردار تھے۔ کہتے ہیں کہ کعب مقتول کے بھائی عاصم بن عمرو اور احیحہ کے درمیان مدتوں سے عداوت چلی آرہی۔ اس واقعہ کا رونما ہونا تھا کہ اس کی آگ اور بھی بھڑک اٹھی۔ ۲؎

۱؎ تفصیل کے لئے دیکھئے۔ آغانی ۱۸/۱۳ اس کے بعد ۴۲/۳ و ابن الاثیر ۲۶۷/۱ وخزانۃ الادب بغدادی ۹۳/۲

۲؎ آغانی ۴۷/۱۵ و ابن الاثیر ۲۰۰/۱ میں تفصیلات دیکھئے۔

اس کے بعد ان کے درمیان اور بھی چھوٹی چھوٹی جنگیں وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں جیسے یوم سراۃ۔ یوم ربیع الظفری، حرب فارع، حرب حاطب وغیرہ۔ ان کے تعین زمانہ میں مورخوں کی مختلف رائیں ملتی ہیں۔ مگر ان کے سیاق وسباق سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اسلام سے کچھ ہی پہلے واقع ہوئیں۔ چنانچہ حرب فارع کے متعلق تو یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ حسان بن ثابت کے قلعہ فارع کے قریب ہوئی۔ اس لڑائی میں شرکت کرنے والے اوس وخزرج کے جتنے سردار تھے سب کے سب حسان کے معاصر تھے۔ ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جن کو اسلام کا زمانہ ملا۔ خزرج ہی کے سرداروں میں عبداللہ بن ابی بن سلول اور عمرو بن لقمان البیاضی تھے۔ قبیلہ اوس کے سرداروں میں ابوقیس بن الاسلت حضیر بن سماک الاشہلی تھے۔ لیکن فتح کا سہرا خزرج ہی کے سر رہا۔

اسلام کے قریبی زمانے میں جو جنگیں ہوئیں ان میں حرب حاطب بھی ہے۔ جو ان کی طویل لڑائیوں کی ہی ایک کڑی تھی۔ اور جس کا اختتام یوم بعاث پر آکر منتہی ہوتا ہے۔ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے تقریباً پانچ سال پہلے ہی گذری۔ لہ

اس لڑائی کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حاطب بن قیس الاوسی کے پاس بنی ذبیان کے کسی شخص نے آکر پناہ لی۔ اس بات پر کسی یہودی ابن شجم نے خزرج کے آدمی کو جا کر اس کے خلاف بھڑکایا۔ اس پر حاطب برافروختہ ہوگیا۔ اور اپنے مہمان کی خاطر یہودی کو مار ڈالا۔ اتنے میں وہ خزرجی بھی آن پہونچا اور اس کے بدلے میں کسی اوس کے آدمی کو ختم کردیا۔ بس کیا تھا۔ دونوں میں لڑائی ٹھن گئی۔ میدان کارزار گرم ہوگیا خزرج کی سربراہی عمرو بن لقمان البیاضی کر رہا تھا۔ اور اوس کی حضیر بن سماک الاشہلی لیکن کامیابی خزرج ہی کے حصہ میں آئی۔ اسی سلسلے کی کڑی یوم الربیع بھی ہے جس کے اندر بھی اوس کے مقابلے میں خزرج کو کامیابی ہوئی۔ اس لڑائی کا تذکرہ

کہتے ہوئے ابن اثیر لکھتے ہیں ۔
ربیع دراصل ایک دیوار تھی جو یثرب کے نزدیک دامن کوہ میں واقع تھی ۔ اور اسی کے قریب دونوں قبیلوں کے درمیان گھمسان کا رن پڑا ۔ فریقین کا بہت زیادہ جانی نقصان ہوا ۔ اوس کو شکست اٹھانی پڑی ۔ خزرج نے دور تک ان کا پیچھا کیا اور آخر کار وہ قلعوں کے اندر پناہ لینے پر مجبور ہوئے ۔ لیکن انتقام کی آگ بھلا کہاں ختم ہونے والی تھی ۔ دھیرے دھیرے سلگتی رہی اور پھر وہ ان سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ۔ اور یوم البقیع کے موقع پر اپنے حریف خزرج پر انھوں نے غلبہ حاصل کرلیا ۔ پھر کچھ ایسی باتیں ہوئیں کہ دونوں نے صلح پر اتفاق کرلیا ۔ چنانچہ انھوں نے مقتولین کا جب شمار کیا خزرج کے مقابلے میں ان کے تین اشخاص زائد ٹھہرے ۔ خزرج نے ان کے بدلے میں تین لڑکے حوالے کئے ۔ اور بطور یرغمال ان کے پاس رکھ دیئے ۔ مگر اوس نے غداری کی اور انھیں مار ڈالا ۔ اون کی اس کارروائی نے خزرج کو پھر چراغ پا کردیا انھوں نے معاہدہ صلح توڑ ڈالا ۔ اور پھر حدیقہ کے مقام پر دونوں فریق صف آرا ہوگئے ۔ یہ مکہ کے راستہ میں ایک گاؤں ہے ۔ خزرج کا سردار عبداللہ بن اُبی بن سلول تھا اور اوس کا ابوقیس بن الاسلت دونوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی مشہور شاعر قیس بن الحطیم نے اس جنگ میں بڑی بہادری دکھلائی اور اسکو بری طرح زخم پہونچے ۔ اوس نے اپنے ایک قصیدہ میں اس پر فخر کا اظہار کیا ہے ؎

اجالدھم یوم الحدیقۃ حاسراً　　کان یدی بالسیف مخراق لاعب[۱]

(میں حدیقہ کے دن ان سے بغیر زرہ کے لڑ رہا تھا ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرا ہاتھ تلوار کے ساتھ ایک ماہر کھلاڑی کی طرح کھیل رہا ہو ۔)

اوس و خزرج کی جنگوں میں حرب فجار بھی ہے جو یدعہدی اور معاہدۂ صلح

---

[۱] وفاء الوفاء ۱/۱۵۷

توڑ دینے کی بنا پر واقع ہوئی تھی اس جنگ کے بعد ان کے درمیان دو بڑی گھمسان کی جنگیں ہوئیں۔ یوم معبس اور یوم مضرّس۔ اور ان دونوں جنگوں نے ان کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ انھیں سخت حیرانی اور پریشانی کے دن دیکھنے پڑے۔ انھوں نے اس کے بعد طے کرلیا کہ اب یثرب کو چھوڑ کر کہیں چلا جانا چاہئے۔ یہاں رہیں گے تو جنگ کے بغیر چارہ نہیں اس لڑائی میں زخمی ہونے والوں میں سعد بن معاذ الاشہلی بھی تھے انھیں سخت زخم لگے تھے۔ انھوں نے بعض یہودی قبائل سے مدد طلب کی۔ اور ان سے حلیفانہ تعلقات بھی پیدا کرلئے۔ اسی سلسلے میں ان کے دل میں یہ خیال آیا کہ کسی طرح قریش مکہ سے معاہدہ کرلیا جائے۔ لیکن ابوجہل نے یہ معاہدہ نہ ہونے دیا۔ بہرحال اس نے بنی قریظہ اور بنی نضیر کو ہموار کرلیا۔ لیکن اس کی اطلاع خزرج کو ہوگئی۔ خزرج نے یہودیوں کو دھمکی دی کہ اگر اس سے معاہدہ توڑ لو تو خیریت ہے ورنہ اچھا نہ ہوگا۔ لیکن وہ کچھ اس طرح حالات کے چکر میں آگئے تھے کہ معاہدہ کو توڑنے پر راضی تو نہ ہوئے۔ البتہ ان سے یہ کہا کہ حلیفانہ معاہدہ کے بدلے میں وہ انھیں اس کا کفارہ دیدیں گے۔ چنانچہ خزرج کی خدمت میں انھوں نے چالیس غلام بطور رہن کے پیش کئے۔ خزرج غلبے کے نشے میں تھے ان کے دل میں آیا کہ ان سے کچھ اور مطالبہ کرنا چاہئے۔ اور یہودی مالدار قوم بھی ہے۔ اس لئے ایک رقم کا ان سے مطالبہ کردیا۔ عمرو بن لغمان البیاضی نے کہلا بھیجا کہ اگر وہ مطلوبہ رقم نہ دیں گے تو ان کے پاس غلام رہن رکھے ہوئے ہیں وہ سب موت کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔ لیکن یہودی اس پر راضی نہ ہوئے انھوں نے غلاموں کے مقابلے میں مال و دولت ہی کو ترجیح دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ غلاموں کو ختم کردیا گیا۔

اس موقع پر عبداللہ بن ابی بن سلول نے عمرو بن لغمان البیاضی کے اس رویہ کو پسند نہیں کیا۔ اور اس کی اس حرکت کی بنا پر ان سے علیحدگی اختیار کرلی۔ اوس کے تعلقات یہودیوں سے دن بدن بڑھتے گئے۔ ان کے حلیفوں میں قبیلہ مزینہ بھی

شریک ہوگیا۔ اب خزرج نے اوس کا پلہ بھاری دیکھا تو وہ قبیلہ اشجع وجہینہ سے مدد کے طالب ہوئے۔ یہ دونوں خزرج کے حلیف بنے۔ پھر اوس وخزرج کی جنگوں کا جو سلسلہ چلا تو ان کی سب سے بڑی جنگ بعاث تک پہونچا۔ یہ جنگ قریظہ ہی کے علاقے میں لڑی گئی۔ اوس کی مدد پر بہت سے قبیلوں کے دستے آن پہونچے۔ اس جنگ میں خزرج کی طرف سے عمرو بن لنعمان البیاضی سپہ سالار تھا۔ گھمسان کا رن پڑا۔ ابتدا میں اوس کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر پھر انھوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا اور کسی طرح اپنی انتھک جدوجہد سے حریف پر غلبہ حاصل ہی کرلیا۔ خزرج کا سردار عمرو بن نعمان البیاضی مارا گیا اور خزرج بے دست و پا ہو کر رہ گئے۔ ؎۵

یہ اوس و خزرج کی آخری جنگ تھی۔ اس کے بعد آفتاب رسالت طلوع ہوتا ہے تو یثرب یعنی مدینہ کے افق سے قبائلی خانہ جنگیوں کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔ اسلام کے سایۂ رحمت میں ان کی نفرتیں محبت سے بدل گئیں جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے وہ آپس میں بھائی بن جاتے ہیں۔

یثرب کا معاشرہ جس طرح شہر کی متمدن سوسائٹی اور دیہات کی ان پڑھ اور گنوار سوسائٹی میں نمایاں فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح زبان و ادب اور ذوق و رجحان پر بھی اس کے اثرات مختلف ہوا کرتے ہیں۔ لبا اوقات شہر کے لوگ جن اشعار کو نہایت عمدہ اور بلند خیال کرتے ہیں۔ دیہاتی انھیں سن کر بالکل محفوظ نہیں ہو سکتے۔ اور نہ ان کے جذبات میں کوئی ہیجان پیدا ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جریر جب عمر بن ابی ربیعہ کے ابتدائی دور کے اشعار گنگنا تا تو کہا کرتا تھا کہ تہامی شعر میں بلندی دبی وقت آتی ہے۔ جبکہ اس میں تراوٹ اور خنکی آجائے۔ ؎۶ یہی وجہ ہے کہ ابن سلام نے شعرائے بادیہ۔ اور شعرا حضر کے دو الگ الگ طبقے

؎۵ آغانی ۱۵/۱۵۴ و ابن الاثیر ۱/۲۸۶ ؎۶ آغانی ۱/۱۲۳

قرار دیئے ہیں اور عرب کے دیہاتی شاعروں کا الگ تذکرہ لکھا ہے [1]

یثرب بھی گرچہ عرب ہی کے خطہ میں تھا اور اس کی آبادی مکہ معظمہ ہی کے لگ بھگ تھی۔ مگر آب و ہوا، سرسبزی و شادابی اور بعض قدرتی مناظر کے لحاظ سے اس سے بہت کچھ مختلف تھا۔ یثرب میں کھیتی باڑی ہوتی تھی: نخلستانوں اور باغات کی کثرت تھی پانی کی فراوانی تھی۔ عرب ہوں یا یہودی دونوں کاشتکاری اور مختلف پیشے کرتے تھے۔ صنعتوں کا بھی رواج تھا۔ یہود رنگائی، بڑھئی گیری، لوہاری کے فن میں کافی مہارت رکھتے تھے۔ بنی قینقاع کے بازار میں خصوصیت کے ساتھ ان کے رنگائی کے کام ہوا کرتے تھے۔ یہودیوں کی بدولت اجناس و غلے کی تجارت بھی ہوا کرتی تھی ان کا لین دین شام اور حجاز کے مختلف علاقوں تک پھیلا ہوا تھا۔ عرب ان سے جو۔ گیہوں قرض لیا کرتے تھے اور ان کے بدلے میں ان کے پاس اپنے سامان لیجا کر رہن رکھتے ان کے اس کاروبار نے جب اور ترقی کی تو انھوں نے سودی لین دین بھی شروع کر دیا عام طور سے جو لوگ غریب اور ضرورت مند ہوتے تو وہ ان سے سود پر قرض لیتے تھے ان کے اسی سودی کاروبار کا ذکر قرآن پاک میں بھی کیا گیا ہے۔

فبظلمٍ مِنَ الذین ھادوا حرمنا علیھم طیباتٍ اُحِلّت لھم وبِصدّھم عن سبیلِ اللہ کثیرا ۝ وَاَخذِھمُ الربوا وَقد نُھوا عنہُ وَاَکلِھِم اَموالَ الناسِ بِالبَاطلِ وَاَعتدنا لِلکافرینَ مِنھُم عذاباً اَلیما

سو یہود کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے حرام کیں ان پر بہت سی پاک چیزیں جو ان پر حلال تھیں۔ اور اس وجہ سے کہ روکتے تھے اللہ کی راہ سے بہت۔ اور اس وجہ سے کہ سود لیتے تھے اور ان کو اس کی ممانعت ہو چکی تھی۔ اور اس وجہ سے لوگوں کا مال کھاتے تھے ناحق، اور تیار رکھے ہیں ہم نے

[1] طبقات الشعراء صہ ۱۶۹

کافروں کے واسطے جو ان میں ہیں عذاب
دردناک۔

یہودیوں کی صنعت وحرفت اور کاروباری دلچسپی کو دیکھکر ان کے پڑوسی اوس وخزرج بھی متاثر ہوئے۔ انھوں نے ان کی دیکھا دیکھی کچھ صنعتوں کو اختیار کرلیا یمن کے یہ مہاجر قبیلے پہلے سے بھی بعض صنعتوں سے آشنا تھے۔ وہ تلواریں اور زرہیں بنانا جانتے تھے۔ چمڑوں کے بنانے سے بھی واقف تھے۔ چادریں بھی بننا جانتے تھے۔ اس لئے جب انھوں نے اس جانب پورے طور سے توجہ کی تو بہت جلد تجارتی وصنعتی میدان میں ترقی کرلی۔ ان کی انھیں کاروباری دلچسپیوں کی بنا پر اہل بادیہ انھیں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے تھے۔ بدویوں میں پیشہ عام طور سے عیب خیال کیا جاتا تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ امیہ بن خلف الخزاعی نے حسان بن ثابت کو ان کے آبائی پیشہ کی بنا پر طنز کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان کے باپ لوہار تھے۔ ؎

الیس ابوک فینا کان قینا لدی القینات فسلاً فی الحفاظ

(کیا تمہارا باپ ہم میں لوہار نہ تھا۔ جو تو لوہارنیوں کے پاس رہ کر اپنی عزت کی حفاظت بھی نہ کرسکا)

یمانیاً یظل یشد کیراً وینفخ دائماً لهب الشواظ

(ایسا یمنی جو کہ برابر دھونکنی کے پاس بیٹھا شعلوں کو سلگاتا اور دھوئیں اڑاتا رہتا تھا۔)

یثرب کی سوسائٹی میں جب مال و دولت کی فراوانی ہوجاتی ہے تو جہاں لوگوں کی خوشحالی اور فارغ البالی بڑھتی ہے تو ساتھ ہی عیش وطرب کے لوازمات کا بھی اضافہ ہوتا ہے۔ عرب کے دوسرے خطوں کے مقابل میں یہاں طاؤس ورباب کا چرچا بھی بڑھنے لگا۔ جگہ جگہ محفل سرود منعقد ہونے لگیں۔ فن غنا وموسیقی سے لوگوں کی دلچسپی اس قدر بڑھی کہ مغنیوں کی سرپرستی ہونے لگی۔ ارباب نشاط دل کھول کر

ان کی مجلسوں میں شریک ہوتے اور ان کے گانوں سے لطف اندوز ہوتے موسیقی کا چلن یثرب میں اسی وقت تک باقی رہا جب تک کہ اسلام نے آکر اس پر پابندی نہیں لگائی۔

کہتے ہیں نابغہ ذبیانی شعر میں جہاں اقواء ہوا کرتا تھا تو اسے وہ اچھی ادا نہیں کرسکتا تھا۔ جب یثرب کے اندر آیا تو ایک مغنیہ نے اس کے شعر کو گاکر بتایا جسے سن کر اسے بھی پڑھنا آیا۔ ؎۱

موسیقی کی تانیں اسلامی دور میں بھی سنائی دیتی رہیں۔ مکہ اور مدینہ دونوں جگہوں پر بہت سے موسیقار پہونچ گئے تھے۔ مدینہ کے مغنیوں میں معبد۔ سائب خاسر ابن عائشہ۔ طویس۔ مالک بن ابی السمح۔ جمیلہ اور مکہ میں ابن سریج ابن محرز۔ غریض۔ ابن مسجح خاص طور سے شہرت رکھتے تھے۔ کتاب الاغانی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مغنیوں نے یہ فن دوسری جگہوں پر جاکر سیکھا تھا۔ ورنہ عہد اسلامی میں تو عرب کو اس فن سے قطعاً کوئی لگاؤ نہیں رہ گیا تھا۔ ابو الفرج نے لکھا ہے کہ پہلا آدمی جس نے عرب میں اس فن کو رواج دیا وہ سائب خاسر ہے اور وہ یہ فن ایران سے لایا۔ پہلی آواز جو موسیقی کے فن و آہنگ کے ساتھ سنی گئی وہ سائب خاسر ہی کی آواز ہے۔ مدینہ میں بھی اسی نے اس فن کو رواج دیا۔ ؎۲

مکہ کے اندر جس شخص نے ایرانی موسیقی کو عربی لحن میں ڈھالا وہ ابن مسجح ہے۔ اس کے متعلق بھی یہی کہا جاتا ہے کہ اس نے یہ فن ایرانیوں ہی سے سیکھا تھا۔ یہ وہی شخص ہے جسے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے سلسلے میں مکہ کے اندر بلایا تھا۔ ؎۳

موسیقی کے ساتھ موسیقی کے لوازمات بھی آئے۔ عبداللہ بن عامر نے ایک لونڈی خریدی جس کے ذریعہ باجے مدینہ کے اندر آئے۔ جھانجھ اور مجیرے لانے والی یہی ہے۔ غلاموں

؎۱ آغانی ۱۱/۱۰۔ ؎۲ آغانی ۸/۳۲۱۔ ؎۳ آغانی ۲/۲۷۶

اور لونڈیوں کے ذریعہ مدینہ کے اندر موسیقی پروان چڑھی۔ دن بدن ان کے گانوں کی مقبولیت بڑھتی گئی اچھے اچھے لوگ بھی ان مجلسوں میں شرکت کرنے لگے۔ عبداللہ بن جعفر۔ حسن بن الحسن بن علیؓ اور ابن ابی علیق کے متعلق لوگوں کو پتہ چل گیا کہ یہ اس کے شیدائیوں میں ہیں۔ ۱؎

موسیقی کے اثرات مدتوں عرب سوسائٹی پر باقی رہے۔ ان کی اجتماعی زندگی پر اس کی جو گہری چھاپ لگ چکی تھی اس کا اثر غزلوں کی شاعری پر بھی پڑا۔ اس دور کے تمام شاعروں کے کلام میں اس کی جھلک ملے گی۔

فن غنا میں انہماک کے بعد یثرب کی سوسائٹی میں ایک اور خرابی رونما ہوئی۔ اور وہ تھی مخنثوں کے گروہ کا پیدا ہو جانا۔ ابوالفرج کہتے ہیں کہ پہلا آدمی جو اس برائی کو مدینہ کے اندر لایا وہ طویس ہے۔ ۲؎

اس کے بدنما اثرات دن بدن عربی سوسائٹی میں بڑھتے گئے۔ دوسرے شہروں اور دیہاتوں میں بھی یہ وبا پہونچی۔ اس بنا پر بعد کے دور میں خلفائے اسلام نے اس کے سد باب کے لئے پوری کوشش کی۔ بعض مخنثوں کو سزائیں بھی دی گئیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو رسول اکرمؐ ہی نے توجہ فرمائی تھی۔ آپ نے مشہور مخنث ہیت کو مدینہ سے باہر چلے جانے کا حکم دیا ۳؎ اسی طرح جب مروان بن الحکم مدینہ کا گورنر ہوا تو ایک مخنث کو قرآن کریم کی توہین کرنے پر قتل کرا دیا۔ ۴؎

اس نے ایسے سخت احکامات نافذ کئے کہ جو اس جرم میں پایا جائے۔ اسے بالکل ہی ختم کر دیا جائے۔ سلیمان بن عبدالملک نے بھی مدینہ کے گورنر کو حکم دیا تھا۔ کہ ان کی اچھی طرح سرکوبی کی جائے۔ اور جو لوگ ان سے دلچسپی لیں یا ان کی جیسی خصوصیات اختیار کریں

۱؎ آغانی ۲/۲۰۴ و ۴/۲۰۲ و ۸/۱۹۷۔ ۲؎ آغانی ۴/۲۷ ۳؎ آغانی ۳/۳۰ ۴؎ آغانی ۴/۲۹ و ۴/۲۲۱

انھیں سخت سزا دی جائے ۔ ؎۱

بہر حال ان مخنثوں کے گروہ نے یثرب کی سوسائٹی کو بری طرح متاثر کیا تھا اور اس کے بدنما اثرات سے آن میں طرح طرح کی خرابیاں بھی پیدا ہو چلی تھیں ۔ یہی وجہ ہے کہ حسان کے قصائد بالخصوص ہجویہ اشعار میں ان کا ذکر ضرور آتا ہے ۔ وہ جب کسی کو اپنی ہجو کا نشانہ بناتے اور حریف کو نیچا دکھلانے کی کوشش کرتے ہیں تو خصوصیت کے ساتھ اس عیب کا طعنہ ضرور دیتے ہیں ۔

مذہبی لحاظ سے بھی یثرب کے اندر دو قسم کے لوگ پائے جاتے تھے ۔ جاہلیت کے دور میں ان میں کچھ بت پرست تھے اور بہت سے بتوں کو انھوں نے معبود بنا لیا تھا ۔ اور کچھ یہودیت کے ماننے والے تھے ۔ جو اپنے کو اہل کتاب کہتے تھے ۔ اوس وخزرج کے قبیلے زیادہ تر انھیں کے ساتھ رہتے سہتے تھے ۔ اس لئے تہذیبی اعتبار سے ان سے بہت زیادہ قریب ہو گئے تھے انھوں نے زندگی کے مختلف میدانوں میں یہودیوں کی پیروی کی ۔ زراعت ہو یا تجارت صنعتی پیشے ہوں یا طور وطریق انہیں جیسے اختیار کئے ۔ جنگی مراکز اور قلعوں کی تعمیر میں بھی انھیں کی نقالی کی ۔ حتیٰ کہ عقائد و افکار پر یہودیوں کی گہری چھاپ پڑی ۔ وہ انھیں کے ساتھ رہکر خدائے واحد کے تصور سے آشنا ہوئے ۔ آسمانی تعلیمات سے واقفیت ہوئی اس لئے جب اسلام کی دعوت بلند ہوئی تو انھیں اس میں کچھ اجنبیت نہ محسوس ہوئی ۔ اسے قبول کرنے میں انھیں بالکل پس وپیش نہ ہوا ۔ اور بہت جلد اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کر لی ۔

اسلام میں آنے کے بعد بھی یہودیوں کے اثرات باقی رہ گئے تھے ۔ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ وہ باوجود یکہ جاہلیت سے نکل آئے تھے ۔ مگر یہودیت کے پڑوس میں رہتے رہتے ان کے دل میں نفاق کی بیماری پیدا ہوئی ۔ ورنہ عام طور سے عربوں کے مزاج

؎۱ آغانی ۲۷۲/۴

سے نفاق کو کوئی مناسبت نہ تھی عام طور سے عربوں کا ذہن یکسو اور صاف تھا۔ عرب کے کسی خطے یا خاندان میں یہ مرض نہ پیدا ہوا۔ سب سے بڑا منافق عبد اللہ بن ابی بن سلول مدینہ ہی کے اندر پیدا ہوا۔ چونکہ یہودیوں کے اندر یہ مرض بہت پہلے سے چلا آرہا تھا۔ اس نے اپنے پڑوسیوں کو بھی اس سے متاثر کیا۔

بقیہ صفحہ ۱۸۸

زعصیاں قاسمی گر شرمسار است — بلطف ایزدی امیدوار است

الٰہی بنگر امیدش زحد بیش — نومیدی مرانش از در خویش

حسن بیگ رو ملو نے قاسم جنابدی کا سال وفات ۹۸۲ھ دیا ہے

احسن التواریخ ص ۶۲

تمام شد

گزارش خریداری برہان یا ندوۃ المصنفین کی ممبری کے سلسلے میں خط و کتابت کرتے وقت یا منی آرڈر کوپن پر برہان کی چٹ نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں تاکہ تعمیل ارشاد میں تاخیر نہ ہو۔ اس وقت بے حد دشواری ہوتی ہے جب ایسے موقع پر آپ صرف نام لکھنے پر اکتفا کر لیتے ہیں اور بعض حضرات تو صرف دستخط کو کافی خیال کرتے ہیں۔ پتہ مکمل ہونا چاہئے۔